سید محمد متین ہاشمی

Dr. ZAKIR HUSAIN LIBRARY
JAMIA NAGAR
NEW DELHI-110025

اسلام کا نظامِ احتساب

احتساب کے لغوی معنی اجر و ثواب طلب کرنے، حساب کرنے اور نہی عن المنکر کے ہیں۔ منتہی الارب میں ہے: واحتسب بکذا اجراً عند اللہ (مزد و ثواب چشم داشت از خدائے عز و جل) و احتسب علیہ (نہی منکر کرد)[1] تاج العروس میں بھی احتساب کے دو معنی درج ہیں۔ (۱) الاحتساب طلب الاجر (۲) احتسب فلان علیہ۔ انکر علیہ قبیح عملہ[2]

دستور الاحتساب میں ہے:

سوال: احتساب از روئے لغت چند معنی دارد؟ جواب: دو معنی دارد، یکی از حساب، دویم از انکار کردن بر نامشروع[3]

سوال: لغوی اعتبار سے احتساب کے کتنے معنی ہیں؟ جواب: دو معنی ہیں۔ (۱) حساب کرنا (۲) امرِ نامشروع پر انکار کرنا۔

اصطلاحِ شرع میں احتساب، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو کہتے ہیں۔ المعلم بطرس البستانی نے کتاب دائرۃ المعارف میں احتساب کے ذیل میں لکھا ہے:

الاحتساب والحسبۃ فی الشرع ھما الامر بالمعروف اذا ظھر ترکہ والنہی عن المنکر

---

[1] منتہی الارب، ج ۱، ص ۲۹۰۔

[2] تاج العروس، ج ۱، ص ۲۱۲، ۲۱۳۔

[3] خواجہ احمد محمود: دستور الاحتساب: ۳ (مخطوطہ دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور نمبر ۰۶)

اذا ظهر فعله[۴]

احتساب اور حسبہ شرع میں امر با معروف کو کہتے ہیں جبکہ اس معروف کو لوگ ترک کر دیں اور نہی عن المنکر کو کہتے ہیں جبکہ لوگ اس کا ارتکاب کرنے لگیں۔

البستانی آگے چل کر لکھتا ہے: ثم الاحتساب فی الشریعۃ عام یتناول کل مشروع یفعل للہ تعالیٰ کالاذان والامامۃ واداء الشہادۃ الی کثرۃ تعداده ولہذا قیل القضاء باب من ابواب الاحتساب[۵]

احتساب شریعت کی اصطلاح میں وہ عام لفظ ہے جو ان تمام امور مشروعہ کو مستعمل ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے کیے جاتے ہیں۔ مثلاً اذان، امامت، ادائے شہادت اور اس جیسے بہت سارے امور اور اسی لیے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قضا بھی احتساب ہی کے ذیل میں آتا ہے۔

خواجہ احمد محمود دستور الاحتساب میں لکھتے ہیں۔ (سوال) احتساب در شرع چند معنی دارد؟ (جواب) دو معنی دارد، یکی امر کردن بمعروف چو ظاہر شود ترک آں را، چنانچہ نماز و روزہ و زکوٰۃ، اگر از کسی ترک آں ظاہر گردد۔ دویم نہی کردن از منکر یعنی منع کردہ خدائے تعالیٰ چو ظاہر شود کردار آں چنانچہ فسق و فجور اگر از کسی ظاہر گردد او را منع کند[۶]

سوال: شرع میں احتساب کے کتنے معنی ہیں؟ جواب: شرع میں احتساب کے دو معنی ہیں، ایک تو یہ کہ جب لوگ نیکی پر عمل کرنا چھوڑ دیں، مثلاً نماز پڑھنا، روزہ رکھنا اور زکوٰۃ دینا چھوڑ دیں تو ان کو نیکی پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ جب لوگ منہیات کا ارتکاب کرنے لگیں مثلاً وہ فسق و فجور میں مبتلا ہو جائیں تو انھیں منع کیا جائے۔

احتساب کی دو قسمیں ہیں (۱) احتسابِ شرعی (۲) احتسابِ عرفی۔ احتسابِ شرعی

---

[۴] المعلم بطرس البستانی، دائرۃ المعارف: ۱۲: ۵۵۶، طبع ایران [۵] ایضاً

[۶] احمد محمود خواجہ: دستور الاحتساب: ۲ (مخطوطہ دیال سنگھ لائبریری نمبر ۷۰۶)

میں عمومیت پائی جاتی ہے یعنی مطلق امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو کہتے ہیں۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی اہمیت

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دینِ اسلام کا اہم عنصر، اصل الاصول اور رکن رکین ہے۔ اسی دین کو قائم کرنے کے لیے انبیاء ومرسلین مبعوث ہوئے، جنھوں نے انتہائی نامساعد حالات میں بھی اس فریضے کو ادا کیا۔ اور قرآن کہتا ہے، ایک جماعت بہرحال ایسی ہونی چاہیے جس کا کام صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہو۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ [1]

اور تم میں ایک ایسا گروہ ضرور ہونا چاہیے جو بھلائی کی طرف لوگوں کو دعوت دیا کریں اور نیک کاموں کا حکم کیا کریں اور برے کاموں سے روکا کریں اور ایسے ہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

ایک جگہ اللہ تعالیٰ اپنے صالح بندوں کی پہچان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ [2]

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں بااختیار کردیں تو یہ لوگ نماز کو قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم کریں، برے کاموں سے لوگوں کو روکیں اور ہر کام کا انجام اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر تاکید کی گئی ہے۔ احادیث (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) میں بھی امر بالمعروف اور نہی عن کرنے کی شدت کے ساتھ تاکید کی گئی ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم شریف کتاب الایمان میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] آل عمران: ۱۰۴

[2] الحج: ۴۱

من رأى منكم منكراً فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذالك اضعف الايمان [۹]

تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے اسے چاہیے کہ اپنی قوت بازو سے اسے روک دے لیکن اگر اسے اس بات کی طاقت نہیں ہے تو اسے چاہیے کہ زبان سے اسے روکے، اور اگر اس کی بھی اسے طاقت نہیں ہے تو پھر اپنے دل سے اس برائی کو برا جانے، لیکن یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

مشکوٰۃ کی ایک روایت میں ہے:

عن حذيفة ان النبي صلى الله عليه وسلم قال: والذى نفسى بيده لتأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر اوليوشكن الله ان يبعث عذابا من عنده ثم لتدعنه ولا يستجاب لكم [۱۰] (رواه الترمذى)

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہنا، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے تمہارے اوپر عذاب نازل کر دے۔ اس وقت تم دعا کرتے ہوگے اور تمھاری دعا قبول نہیں کی جائے گی۔

احیاء علوم الدین میں امام غزالیؒ نے حضرت ابوالدرداءؓ کا ایک اثر نقل کیا ہے:

وقد قال ابو الدرداء رضى الله عنه لتأمرون بالمعروف ولتنهون عن المنكر او ليسلطن الله عليكم سلطانا ظالما لا يجل كبيركم ولا يرحم صغيركم ويدعو عليه خياركم فلا يستجاب لهم وتنتصرون ولا تنصرون وتستغفرون فلا يغفر لكم [۱۱]

حضرت ابوالدرداءؓ نے ارشاد فرمایا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ اللہ تعالیٰ

---

[۹] صحیح مسلم شریف ۱: ۵۰، مطبوعہ مصر [۱۰] مشکوٰۃ المصابیح ۲: ۶۴۳، طبع دمشق

[۱۱] عبدالسلام ہارون: تہذیب احیاء علوم الدین للغزالی ۱: ۳۳۲، مطبوعہ مصر

تمہارے اوپر کسی ایسے ظالم بادشاہ کو مسلط کر دے گا جو نہ تمہارے بڑوں کی عزت کرے گا اور نہ چھوٹوں پر رحم کرے گا۔ تمہارے نیک لوگ اس کے لیے بد دعائیں کریں گے لیکن ان کی بد دعائیں قبول نہیں کی جائیں گی، تم مدد چاہو گے لیکن تمہاری مدد نہیں کی جائے گی، تم مغفرت طلب کرو گے لیکن تمہاری مغفرت نہیں ہوگی۔

اس قسم کی بے شمار احادیث و آثار موجود ہیں جن میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاکید کی گئی ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر ابتدائی دور ہی سے علمائے ربانی اس فریضے کو ادا کرتے رہے۔

احمد بن ابراہیم مقری نے شیخ ابوالحسن نوریؒ کا واقعہ بالتفصیل ذکر کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دن وہ "مشرعۃ الفحامین" نامی ایک گھاٹ پر وضو کرنے گئے، وہاں ایک کشتی میں تیس بڑے مٹکے رکھے ہوئے دیکھے۔ انھوں نے ملاح سے دریافت کیا کہ ان مٹکوں میں کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ خلیفہ معتضد باللہ کے لیے شراب لے جائی جا رہی ہے۔ آپ نے چھڑی لے کر سارے مٹکے توڑ ڈالے۔ اس زمانے میں گھاٹ کا نگران موسیٰ بن افلح تھا۔ اس نے شیخ ابوالحسن نوری کو گرفتار کر کے خلیفہ کے سامنے پیش کر دیا۔ خلیفہ معتضد باللہ کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ وہ بات کرنے سے پہلے تلوار استعمال کرتا ہے۔ چنانچہ سب کو یقین تھا کہ خلیفہ ضرور شیخ کے قتل کا حکم صادر کر دے گا۔ ابوالحسنؒ نوری کا بیان ہے کہ جب مجھے اس کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے مجھ سے دریافت کیا، تم کون ہو؟ میں نے کہا "محتسب"۔ اس نے پوچھا "تمھیں محتسب کس نے بنایا ہے؟" میں نے جواب دیا "جس نے تجھے خلیفہ بنایا ہے"۔ یہ سن کر خلیفہ سر جھکا کر سوچ میں پڑ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے سر اٹھایا اور مجھے پوچھا "اچھا یہ تو بتاؤ کہ یہ کام تم نے کیوں کیا؟" میں نے جواب دیا کہ میں نے یہ کام تیری دوستی اور خیر خواہی میں کیا ہے۔ میں چاہتا تھا کہ ایک ناجائز چیز سے تجھے روک دوں" بالآخر خلیفہ نے حضرت شیخ نوری کو عزت و تکریم کے ساتھ رہا کر دیا۔[۱۲]

---

[۱۲] ابن الاخوۃ: معالم القربۃ: ۱۹

اس طرح کے سینکڑوں واقعات سے ہماری تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔

احتسابِ عرفی

صدرِ اوّل میں تو خلفا اور حکام بنفسِ نفیس اس فریضے کو انجام دیتے تھے اور اس معاملے میں کسی قسم کی مداہنت کو ایک لمحے کے لیے بھی گوارا نہیں کرتے تھے، لیکن جب اسلامی حکومت کا دائرہ وسیع ہوگیا، اور خلفا کے لیے یہ ممکن نہ رہا کہ دور دراز علاقوں کے والیوں کے حالات کی کڑی نگرانی کر سکیں، تو باقاعدہ محکمۂ احتساب کی ضرورت پیش آئی۔ ابتدا میں نہ تو لفظ احتساب استعمال ہوتا تھا اور نہ محتسب۔ بلکہ بازار کے امور کی نگرانی کے لیے ایک شخص کو حکومت کی طرف سے مقرر کر دیا جاتا جسے صاحب السوق یا عامل السوق کہتے تھے۔ اس شخص کے ذمے خرید و فروخت کی نگرانی، منافع خوری، ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی، دھوکہ، فریب، کم تولنا، کم ناپنا، گاہکوں کے ساتھ بدسلوکی، حرام اشیا کی خرید و فروخت، سود خوری اور اس طرح کے نامشروع امور کی روک تھام کرنا تھا۔ خلیفہ مامون کے زمانے میں جبکہ اسلامی حکومت کا دائرہ بہت زیادہ وسیع ہو چکا تھا باقاعدہ محکمۂ احتساب کا قیام عمل میں آیا[۱۳]۔

محکمۂ احتساب کے قیام کے بعد مشرق میں عامل السوق یا صاحب السوق کا عہدہ ختم کر دیا گیا اور محتسب ہی کے ذریعے عام معاشرتی و اخلاقی دیکھ بھال کے ساتھ ساتھ بازار کے امور کی نگرانی بھی کر دی گئی۔ خواجہ احمد محمود نے اپنی کتاب دستور الاحتساب میں بالتفصیل محتسب عرفی کی ذمہ داریاں گنوائی ہیں۔ مثلاً شراب کے مٹکوں کو توڑ دینا۔ مزامیر کو توڑنا۔ شارعِ عام، نالوں اور نالیوں کی صفائی کی نگرانی۔ خوردہ فروشوں کو مجبور کرنا کہ وہ شارعِ عام پر نہ بیٹھیں، آوارہ مویشیوں کو عام طور سے سڑکوں پر پھرنے سے روکنا۔ شہریوں کو ...

---

۱۳ The Encyclopaedia of Islam new edition: 3: 487 Leiden 1971

کرنا کہ وہ اپنے مویشیوں کو باندھ کر رکھیں۔ عام راستوں پر عمارات کی تعمیر یا تجاوزات کو روکنا۔ ہمسایہ کے گھر میں جھانکنے سے منع کرنا، ہمسایہ کے راستے یا روشنی کو بند کرنے سے روکنا، تول کے باٹوں کی پڑتال، ترازوؤں کی پڑتال، ہوٹلوں یا قہوہ خانوں کی صفائی کی نگرانی، عورتوں کو مردانہ وضع اور مردوں کو زنانہ وضع اختیار کرنے سے روکنا، برسرِ عام گانے بجانے یا نوحہ کہنے سے منع کرنا، عیدگاہ میں اگر کوئی شخص ساز لے جائے تو ان سازوں کو جلا دینا، کبوتر بازی، چوسر شطرنج بازی سے منع کرنا، عورتوں کو بے حیائی اور نامحرموں کے ساتھ اختلاط سے باز رکھنا اور ان کے والدین اور شوہروں کو تنبیہ کرنا، مُردہ نہلانے والوں کو تاکید کرنا کہ وہ شریعت کے احکام کے مطابق مُردوں کو غسل دیا کریں، گورکنی یا میت کو قبرستان تک لے جانے کی بھاری قیمت وصول کرنے سے روکنا، مساجد اور عیدگاہوں کی دیکھ بھال اور خصوصیت کے ساتھ یہ دیکھنا کہ جمعہ یا عیدین کے موقعہ پر لوگ مساجد کو تجارت کی جگہ نہ بنالیں۔ یا لوگ مسجدوں میں بھیک مانگنا شروع نہ کردیں، لوگوں کو گردنوں کے پھلانگنے اور مسجدوں میں قصہ گوئی کرنے سے روکنا۔ پاگلوں کو مسجدوں میں داخل ہونے سے روکنا، موذی جانوروں اور پاگل کتوں کو شہر کے گلی کوچوں میں نہ پھرنے دینا، کم تولنے والوں کو سزا دینا، آمیزش کرنے والوں کو سزا دینا، تہمت کی جگہ کھڑے ہونے سے منع کرنا، مثلاً برسرِ عام اجنبی مردوں کا اجنبی عورتوں سے گفتگو کرنا، بت سازی سے روکنا، ساز بنانے سے منع کرنا، شراب فروشی سے روکنا، ہوٹل اور تنور کے مالکوں کو رمضان کے مہینے میں دن کی ابتدائی ساعتوں میں کھانا پکانے سے منع کرنا، عوام کو مجبور کرنا کہ وہ رمضان المبارک کے تقدس کو برقرار رکھیں اور اگر وہ کسی شرعی عذر کی وجہ سے روزہ دار نہ ہوں تو بھی رمضان المبارک کا احترام کریں اور برسرِ عام کھانے پینے سے احتراز کریں۔ محتسب کی یہ بھی ذمہ داری تھی کہ وہ بزرگانِ دین کے مقابر پر ہونے والے نامشروع امور کو روکے، مثلاً ان پر میلہ لگانا، عورتوں کا بے پردہ زیارت کے لیے آنا، بزرگانِ دین کے مقابر کو تفریح گاہ بنا دینا، یا قبرستان میں کسی شخص کا اپنی مرضی

سے تصرف کرنا۔ محتسب کو چاہیے کہ وہ جادوگروں کو شعبدہ بازی سے روکے اور عوام کو
جادوگروں، کاہنوں، نجومیوں، دست شناسوں کے پاس جانے سے روکے، اسی طرح
حمام میں ننگے ہوکر نہانے سے روکے، عورتوں اور مردوں کو اکٹھا غسل کرنے سے روکے
ذمیوں کے حقوق کی نگہداشت کرے، لیکن انھیں مسلمانوں کی بستی میں صالح مسلمانوں کا
لباس پہننے، عبادت خانوں کی تعمیر اور شارع عام پر کفار کے رسوم کو بجالانے سے منع کرے
شب برات کی بدعتوں کو روکنا، کفر کے شعار کو مسلمانوں کے ملک میں فروغ دینے سے روکنا،
اسقاط حمل اور مسلمانوں کو خصی بنانے سے روکنا بھی محتسب کے فرائض میں داخل ہے۔
لوگوں کو مسجد میں ٹھہرنے سے روکنا، کسی سے غیب کی باتوں کا دریافت کرنا اور پھر اس پر
عقیدہ رکھنا بھی کفر ہے، لہٰذا محتسب کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو اس کام سے منع کرے۔
اُجرت لے کر مسجد میں قرآن پڑھانے سے منع کرنا چاہیے۔ اسی طرح استادوں کو نوروز،
مہرجان کے نام پر بچوں سے عیدی لینے سے بھی روکنا چاہیے۔[۱۵]

خواجہ احمد محمود اور دوسرے مشاہیر علما نے اپنے دور کی مروجہ منہیات کو پیش نظر رکھ
کر محتسب کے فرائض متعین کیے ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صرف انھی بزرگوں کے
معین کردہ فرائض پر اکتفا کر لیا جائے۔ وقت بدلتا رہتا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ
اس کے تقاضے بھی تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ انسانی معاشرہ ہر لمحہ ترقی کرتا ہے۔ ترقی
کے ساتھ ساتھ جرائم میں بھی ترقی ہوتی رہتی ہے۔ لہٰذا اصول یہ ہے کہ جیسے جیسے جرائم
بڑھیں ان کو روکنے کی نئی نئی تدبیریں بھی ایجاد کی جاتی رہیں تاکہ معاشرے میں صلاح و
فلاح کا دور دورہ ہو اور لوگ باعزت شہری کی طرح جان و مال اور عزت و آبرو کی سلامتی
کے ساتھ زندگی گزاریں۔ اسلامی شریعت کے نظام امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی

---

[۱۵] دستور الاحتساب مخطوطہ، ص ۲، ۳، ۴، ۵۔

بھی یہی ہے۔ بحیثیت مسلمان ہمارا ایمان ہے کہ اس کائنات کے خالق نے انسانی معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے جن چیزوں کو ضروری سمجھا قرآن حکیم میں ان کے کرنے کا حکم فرما دیا اور جن اشیا یا امور کو اس نے معاشرے کے لیے تباہ کن یا مضر تصور فرمایا ان سے منع کر دیا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رحمۃ للعالمین ہیں، اللہ تعالیٰ کے احکام کی تشریح پیش فرمائی اور عملی زندگی میں ان کو نافذ کر کے دکھلا دیا، اس لیے اگر ہم پُرسکون و مطمئن زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو ہمارے لیے ضروری ہے کہ اسی نظامِ حیات کو من کل الوجوہ نافذ کریں جو ہمیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔

یہاں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اصول کبھی پرانے اور ناقابلِ عمل نہیں ہوتے، وہ ہر زمانے میں انسان کا ساتھ دیتے ہیں۔ مثلاً آج سے ہزاروں برس پہلے یہ بات تسلیم کی جاتی تھی کہ "سچائی اچھی چیز ہے اور جھوٹ بولنا بُری بات ہے"۔ آج بھی یہ اصول اسی طرح مانا جاتا ہے۔ قرآن و سنت نے ہمیں اصول دیے ہیں، جن کی بنیادوں پر ہم اپنے نظامِ زندگی کا ڈھانچہ قائم کر سکتے ہیں۔ نظامِ زندگی وضع کرتے وقت ہمیں پوری آزادی ہے کہ قرآن و سنت کے عطا کردہ اصولوں کی روشنی میں اپنے دَور کے تقاضوں کے مطابق اپنا نظامِ حیات وضع کریں۔ یہی طریق کار "نظامِ احتساب" کے وضع کرنے میں بھی اختیار کیا جا سکتا ہے

احتساب، شرطہ اور قضا

اگرچہ محتسب، شرطہ (پولیس)، اور قاضی کے فرائض کی تقسیم بہت واضح نہیں ہے مگر مذکورہ بالا طریق کار سے کسی قدر ان کے فرائضِ مفوضہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مثلاً قضائے قاضی کے لیے ضروری تھا کہ اس کی عدالت میں کوئی مدعی کسی قسم کا دعویٰ دائر کرے، دعویٰ دائر ہونے کے بعد قاضی ثبوت کے طور پر ضروری کاغذات یا شہادتیں طلب کرے، فریقین کے بیانات سننے اور پیش کردہ ثبوت کا جائزہ لینے اور حلف دینے کے بعد مقدمات کا فیصلہ کرے، لیکن محتسب کو مقدمات سننے، فیصلہ کرنے یا کوئی حکم

جاری کرنے کا اختیار نہیں تھا۔[۱۵] بلا دعویٰ دائر ہوئے اور بلا مدعی و مدعیٰ علیہ کی موجودگی کے قاضی کسی معاملے میں ہاتھ ڈالنے کا مجاز نہیں۔ لیکن جہاں بھی امر بالمعروف یا نہی عن المنکر کی ضرورت پیش آتی وہاں محتسب دخل اندازی کر سکتا تھا اور لوگوں کو اپنے اثر سے منہیات کے ارتکاب سے باز رکھ سکتا تھا۔ قاضی کے لیے پوری تحقیق کی ضرورت تھی، محتسب کے لیے اس قسم کی تحقیق کی ضرورت نہیں تھی، شرطہ (پولیس) صرف ان معاملات میں دخل دے سکتی تھی جو قابل دست اندازی پولیس ہوتے۔

محتسب کے فرائض پر گفتگو کرتے ہوئے دائرہ معارف اسلامیہ کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

"بازار کی نگرانی کے علاوہ محتسب کے وظائف کی تین قسمیں تھیں: وہ مذہبی فرائض کی انجام دہی کی دیکھ بھال کرتا تھا (نماز باجماعت کا اہتمام اور مساجد کی خبر گیری وغیرہ) گلیوں اور حماموں میں مردوں اور عورتوں کے درمیان شستگیٔ اخلاق کی پڑتال اور آخر میں ذمیوں کے بارے میں قانون کا نفاذ کرتا تھا۔ بعض بے باک محتسبوں کے بھی حالات ملتے ہیں جو غلط فیصلہ کرنے والے قاضیوں پر نکتہ چینی کیا کرتے تھے اور ان علما کی مذمت کیا کرتے تھے جن کا درس و تدریس اجماع امت کے خلاف ہوتا تھا۔ جہاں تک عوام کا تعلق تھا، محتسب کا ایک بنیادی اور مستقل فرض بازار کی جانچ پڑتال کرنا تھا۔ شروع سے تقرر کے پروانوں میں اس امر کی صراحت ملتی ہے کہ محتسب کا کام اوزان اور پیمانوں کی دیکھ بھال ہے۔ یہ اتنے پیچیدہ اور مختلف قسموں کے ہوتے تھے کہ ان کے ذریعے لوگوں کو دھوکا دیا جا سکتا تھا۔ عام طور پر اسے تمام قسم کی کوتاہی اور بد دیانتی پر نظر رکھنی پڑتی تھی اور ان کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا جو اشیائے صرف کی تیاری اور فروخت کے دوران میں ظہور پذیر ہو سکتی تھیں"[۱۶]

---

[۱۵] قاضی ابو یعلیٰ محمد بن الحسین الفراء الحنبلی: الاحکام السلطانیہ: ۲۷۰: طبع مصر ۱۹۳۸

[۱۶] اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب: ۸: ۱۹۱، طبع ۱۹۷۲

مقالہ نگار آگے چل کر لکھتا ہے:

"اگر کوئی خاص عہدے دار موجود نہ ہو تو محتسب سکّوں کو بھی پرکھ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ محتسب کو اہتمام کرنا پڑتا تھا کہ تاجر اور اس کے کارندے مکاری سے کام نہ لیں، گاہک کو دھوکا نہ دیں اور زیادہ دام نہ لیں۔ اسے یہ بھی دیکھنا پڑتا تھا کہ سوداگر ایسا کام نہ کریں جس کا تعلق حرام سودی کاروبار سے ہو ...... محتسب عطاروں اور طبیبوں کا بھی محاسبہ کرتا تھا اور مدرسوں میں جاکر ان مدرسوں کو تنبیہ یا سزا دیا کرتا تھا جو غیر معمولی طور پر سخت گیر ہوتے ہیں [۱۷]

محتسب کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ وعظ کی مجالس کی نگرانی کرتا رہے اور یہ دیکھتا رہے کہ واعظ اوٹ پٹانگ یا غلط سلط باتیں بیان کر کے لوگوں میں گمراہی تو نہیں پھیلا رہا ہے۔

الماوردی نے حضرت علیؓ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے:

قد مر علی بن ابی طالب بالحسن البصری وھو یتکلم علی الناس فاختبرہ فقال لہ "ما عماد الدین؟" فقال "الورع" قال فما افتہ؟" قال "الطمع" قال تکلم الآن ان شئت [۱۸]

ایک مرتبہ حضرت حسن بصری لوگوں کے سامنے وعظ کہہ رہے تھے کہ حضرت علیؓ وہاں سے گزرے آپ نے امتحان لینے کے لیے حسن بصری سے سوال کیا "دین کا ستون کیا ہے؟ حسن بصریؒ نے فرمایا، "ورع"۔ پھر پوچھا کہ دین کو تباہ کرنے والی کون سی چیز ہے؟ انھوں نے جواب دیا "لالچ"۔ تب حضرت علی نے فرمایا "ٹھیک ہے، اب اگر تم وعظ کہنا چاہتے ہو تو کہو۔

چونکہ محتسب کی ذمہ داریاں گوناگوں تھیں اور اس کا دائرۂ اختیار و طریق کار مشکلات

---

۱۷ اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب: ۸: ۱۹۱ طبع ۱۹۷۲۔

۱۸ الماوردی: الاحکام السلطانیہ: ۲۴۹: مطبوعہ مصر ۱۹۶۶۔

پُر تھا اس لیے ہر کام کی بذاتِ خود نگرانی نہ کر سکنے کی صورت میں اسے اس بات کا بھی اختیار تھا کہ وہ اپنے نمائندے مقرر کر دے جو ہر پیشے کے واقف کار ہوتے اور مقام پر اس کی نمائندگی کے فرائض انجام دینے کے اہل ہوتے تھے۔ گو کہ محتسب، قاضی اور شرطہ کی ذمہ داریاں کسی قدر الگ الگ تھیں لیکن ان کے درمیان اشتراکِ عمل ہوا کرتا تھا پھر بھی محتسب کو قاضی کا ماتحت اہل کار ہی سمجھا جاتا تھا۔ شرطہ (پولیس) کا محکمہ بھی قاضی کے ماتحت تھا، لیکن شرطہ اور محتسب میں فرق یہ تھا کہ شرطہ خالص دنیوی منصب تصور کیا جاتا تھا جبکہ محتسب دنیوی امور کے ساتھ ساتھ دینی امور کی بھی دیکھ بھال کرتا تھا۔[19]

محتسب متولی اور محتسب متطوع کے درمیان فرق

محتسب متولی اس کو کہتے ہیں جسے حکومت کی طرف سے احتساب کرنے کے لیے مقرر کیا جائے۔

محتسب متطوع، وہ شخص جو خالصتاً لوجہ اللہ اپنے طور پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرے، حکومت نے اسے اس فریضہ کی انجام دہی کے لیے مقرر نہ کیا ہو۔[20]

قاضی ابو یعلی محمد بن الحسین الفرا الحنبلی المتوفی ۴۵۸ھ نے اپنی کتاب الاحکام السلطانیہ میں محتسب متولی اور متطوع کے درمیان فرق کرنے والی نو باتوں کا تذکرہ کیا ہے[21]

۱۔ یہ کہ محتسب متولی پر احتساب کی ذمہ داریاں حکومت کی جانب سے عائد کی جاتی ہیں جبکہ متطوع بطور فرض کفایہ اس فریضے کو ادا کرتا ہے۔

---

[19] حوالہ کے لیے دیکھیے: Encyclopaedia of Islam new edition, III: 448 Leiden 1971.

[20] قاضی ابو یعلی محمد بن الحسین الفرا: الاحکام السلطانیۃ: ۲۶۸، طبع مصر ۱۹۳۸

[21] ان نو نکات کا الماوردی نے بھی تذکرہ کیا ہے۔ حوالہ کے لیے دیکھیے: الاحکام السلطانیۃ الماوردی: ۲۴۰

۲۔ محتسب سوائے اس فریضے کی ادائیگی کے دوسرے مشاغل میں مصروف نہیں
ہو سکتا جبکہ متطوع کے لیے اس فریضے کی ادائیگی منجملہ نوافل کے ہے اور وہ دوسرے
مشاغل بھی اختیار کر سکتا ہے۔

۳۔ بوقت ضرورت عوام محتسب کی خدمات طلب کر سکتے ہیں جبکہ متطوع کی خدمات
طلب نہیں کی جا سکتی ہیں۔

۴۔ اگر لوگ محتسب کی خدمات طلب کریں تو اس کا فرض ہے کہ وہ فریضۂ احتساب
ادا کرے لیکن متطوع پر یہ بات ماننا فرض نہیں ہے۔

۵۔ محتسب پر فرض ہے کہ وہ منکراتِ ظاہرہ کو تلاش کر کے ان کا احتساب کرے، اس
طرح اس پر یہ بھی واجب ہے کہ اگر لوگ اوامر کو عمداً ترک کر رہے ہوں تو ان کا پتا لگائے
اور ان کا احتساب کرے، لیکن متطوع پر تعفحص و تلاش کی ذمہ داری نہیں ہے۔

۶۔ کسی منکر کو روکنے یا کسی معروف کو قائم کرنے کے لیے بوقتِ ضرورت محتسب
اپنے اعوان و انصار کو بھی ساتھ لے سکتا ہے، کیونکہ اسی فریضے کی انجام دہی کے لیے
حکومت کی جانب سے اس کا تقرر کیا گیا ہے۔ لیکن متطوع اعوان و انصار کی جماعت
استعمال نہیں کر سکتا ہے کیونکہ ایسا کرنے سے مملکت کے انتظامی امور میں اختلال پیدا
ہونے کا اندیشہ ہے۔

۷۔ محتسب حدود جاری نہیں کر سکتا، اس لیے کہ یہ اختیار صرف قاضی کو ہے، البتہ
تعزیر کر سکتا ہے لیکن متطوع کو تعزیر کا اختیار نہیں ہے۔

۸۔ محتسب کو بیت المال سے باقاعدہ مشاہرہ ملے گا لیکن متطوع کو مشاہرہ یا کوئی
اجرت بیت المال سے نہیں ملے گی۔

۹۔ شرعی امور کے ماسوا جو عرفی امور ہیں، انھیں محتسب اپنے ذاتی اجتہاد سے فیصلہ
کر کے ان فیصلوں کو نافذ کر سکتا ہے۔ مثلاً کسی شخص نے شاہراہِ عام پر کوئی چبوترہ بنا لیا،

ایسی چیز تیار کردی جس سے راہ گیروں کو رکاوٹ پیش آنے کا امکان ہو اور محتسب یہ سمجھتا ہے کہ اسے توڑ دینے میں اہلِ شہر کی بھلائی ہے تو وہ توڑ سکتا ہے لیکن متطوع اس اقدام کا مجاز نہیں ہے۔

محتسب اور متطوع کے درمیان فرق کو بیان کرتے ہوئے خواجہ احمد محمود نے مزید تین نکات بیان کیے ہیں:

سوال: اگر کوئی مسلمان کسی فاسق کو گناہ میں مبتلا دیکھتا ہے لیکن اسے روک نہیں سکتا تو گناہ گار ہو گا یا نہیں؟۔

جواب: اگر متطوع ہے تو معذور ہے، اسے چاہیے کہ علما سے مدد طلب کرے۔ اگر علما توجہ نہ کریں تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔ لیکن محتسب متولی اگر گناہ کو دیکھ کر خاموشی سے برداشت کرلے تو گناہ گار ہوگا۔

سوال: احتساب کرنا کب واجب ہوتا ہے؟

جواب: محتسب متولی پر (گناہ) کو دیکھتے ہی واجب ہو جاتا ہے اور متطوع پر ارتکاب گناہ کے بعد۔

سوال: محتسب اگر شراب یا ساز کو ضائع کردے تو اس پر تاوان واجب ہوگا یا نہیں؟

جواب: اگر متطوع ہے تو تاوان واجب ہوگا اور اگر محتسب متولی ہے تو واجب نہ ہوگا۔[۲۲]

شرائطِ محتسب

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں محتسب میں پانچ شرطوں کا پایا جانا ضروری قرار دیا ہے۔

۱۔ یہ کہ وہ مکلف ہو۔ یعنی نابالغ، مجنون اور فاتر العقل کو محتسب نہیں بنایا جا

۲۲۔ خواجہ احمد محمود: دستور الاحتساب (مخطوط): ۵، ۶

سکتا ہے۔

۲۔ یہ کہ وہ مومن ہو۔ اس لیے کہ کافر محتسب نہیں بن سکتا ہے۔

۳۔ یہ کہ وہ صاحبِ عدالت ہو۔ یعنی وہ بذاتِ خود فسق و فجور میں مبتلا نہ ہو۔

۴۔ یہ کہ وہ حکومت کی طرف سے ماذون ہو۔ (یہ شرط محتسب متولی کے لیے ہے متطوع کے لیے نہیں ہے)۔

۵۔ یہ کہ اسے احکامِ احتساب کو نافذ کرنے پر قدرت حاصل ہو، اس لیے کہ جو قادر ہی نہیں ہو گا وہ احتساب کیا کرے گا۔ [۲۳]

(باقی آئندہ)

---

[۲۳] امام غزالی: تہذیب احیاء علوم الدین: ۱: ۳۳۳، ۳۳۶، مطبوعہ مصر۔

(بقیہ تاثرات)

۶۔ اسلام اور تعمیرِ شخصیت : ازمیاں عبدالرشید۔

۷۔ فقہِ عمر: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب کا اردو ترجمہ ازمولانا ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی

۸۔ تاریخ جمہوریت : جناب شاہد حسین رزاقی۔

۹۔ ڈکشنری آف مسلم فلاسفی (انگریزی): یہ جناب پروفیسر محمد سعید شیخ ڈائرکٹر ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ کی ایک علمی و تحقیقی تصنیف ہے۔

۱۰۔ اباوٹ اقبال اینڈ ہز تھاٹ (انگریزی): ازمیاں محمد شریف مرحوم

۱۱۔ اسلامک اینڈ ایجوکیشنل سٹڈیز (انگریزی): ازمیاں محمد شریف مرحوم

۱۲۔ قرآنک اتھیکس (انگریزی): ازجناب بشیر احمد ڈار

ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ اہلِ علم سے بجا طور پر توقع رکھتا ہے کہ وہ اس کی حوصلہ افزائی کرتے رہیں گے اور اس کے ساتھ علمی تعاون کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔

(م۔ل۔ب)